

امان اللہ خان

ایک متنازعہ شخصیت؟

گلگت بلتستان کے کثیر الاشاعت اور قراقرم پبلشنگ نیٹ ورک
(کے۔ پی۔ این) کے زیر اہتمام شائع ہونے والے
روزنامہ کے۔ ٹو۔ (K-2) کے 17 جون 2009ء
کے شمارے میں شائع ہونے والے انٹرویو کا متن

Published by : Team JKLF

امان اللہ خان - ایک متنازعہ شخصیت؟

ہم ذیل میں گلگت بلتستان کے ضلع استور سے تعلق رکھنے والے امان اللہ خان جو جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے سرپرست اعلیٰ اور آزاد کشمیر و گلگت بلتستان کی سولہ سیاسی پارٹیوں کے سربراہوں پر مشتمل ”آل پارٹیز کشمیر کمیٹی برائے حق خود ارادیت“ کے کنوینر بھی ہیں، کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع کر رہے ہیں۔ امان اللہ خان مسئلہ کشمیر سے متعلق اپنے مخصوص سیاسی نظریات کی بناء پر گلگت بلتستان میں ایک متنازعہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس انٹرویو پر مدلل تبصروں کا خیر مقدم کیا جائیگا۔

ادارہ کے۔ پی۔ این

کے۔ پی۔ این: امان اللہ خان صاحب، کیا آپ سب سے پہلے ہمیں اپنے خاندانی اور ذاتی (سیاسی) پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیے؟

امان اللہ خان: سب سے پہلے میں متعلقین کے پی این خاص کر راجہ حسین خان مقپون، سعادت علی مجاہد وغیرہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنے خاندانی اور سیاسی پس منظر سے متعلق کچھ تفصیلات کے پی این کے قارئین تک پہنچانے کا موقع دیا۔ اب آئیے آپ کے سوال کی طرف۔

نیم مصدقہ معلومات کے مطابق میرے آباؤ اجداد برصغیر کے شمال مغربی قبائلی علاقے (یاغستان) سے تعلق رکھتے تھے جو غالباً اٹھارہویں صدی میں ہجرت کر کے گلگت بلتستان کے علاقے چیلاس پہنچے۔ جہاں کچھ مدت قیام کے بعد خاندان کے کچھ افراد وادی کشمیر کے علاقے پانپور میں جا بسے۔ بعد میں ان کی اولاد میں سے کچھ نے شمالی کشمیر کے علاقے گریز میں سکونت اختیار کی۔ ان کی اولاد میں سے دو بھائی یوسف اور قائم مزید شمال میں علاقہ استور پہنچے۔ قائم درلہ بالا میں اور یوسف گوریکوٹ میں تقریباً دو عشرے گزارنے کے بعد وادی پری شک میں جا آباد ہوا۔ اس کا یہ (یعنی میرا) خاندان گذشتہ تقریباً سو سو سال سے پری شک کے موضع کھنگرول میں آباد ہے۔ ہمارا خاندانی نام ہنچے ہے۔

میں 24 اگست 1931ء کو کھنگرول میں پیدا ہوا۔ میرے والد گرد اور جمعہ خان مرحوم علاقے کے پہلے پڑھے لکھے شخص تھے۔ کچھ مدت استور کے قائم مقام نائب تحصیلدار بھی رہے جو اُس وقت علاقے کا سب سے اونچا سرکاری عہدہ تھا۔ سرکاری ملازمت کے بعد انہیں پری شک کے سات دیہات کی نمبرداری ملی جس کی وجہ سے وہاں کا طاقتور نمبردار خاندان ان کا جانی دشمن بن گیا۔ ان پر ناکام قاتلانہ حملے بھی کرتا رہا۔

والد صاحب اپریل 1935ء میں فوت ہوئے اس وقت میں صرف ساڑھے تین سال کا تھا۔ والد کی وفات کے بعد کچھ میری جان کی حفاظت اور کچھ مجھے بہتر تعلیم دلانے کے لئے مجھے اپنی بہن کے ساتھ وادی کشمیر کے شمالی ضلعے کپواڑہ کے علاقے ہائی ہامہ بھیجا گیا جہاں اسکی شادی ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے ابتدائی تعلیم بھی عملاً ہائی ہامہ میں ہی شروع کی۔ پرائمری میں تحصیل کے مسلمان طلباء میں اول پوزیشن حاصل کر کے مسلم سکالرشپ (دو روپے ماہوار) حاصل کیا۔ مڈل میں ضلع بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی اور میٹرک میں پوری کشمیر یونیورسٹی میں مسلمان لڑکوں میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

میں پرائمری پاس کرنے کے بعد ہی خود کفیل طالب علم بن گیا تھا یعنی حصول تعلیم کے ساتھ محنت مزدوری بھی کرتا تھا کہ اخراجات پورے ہوں اسلئے غیر نصابی سرگرمیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا لیکن ہائی سکول ہندواڑہ کے طلباء نے مجھے میری مرضی کے خلاف اور میری غیر حاضری میں سکول کی طلباء یونین کا جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا کچھ مدت بعد یہ یونین زیر زمین تحریک آزادی سے منسلک ہو گئی اور میں اسکا سرگرم ممبر بن گیا اور ایک دن کے لئے قید بھی ہوا۔ 1950ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد میں نے ایس پی کالج سرینگر میں داخلہ لے لیا اور میری سیاسی سرگرمیاں وہاں بھی جاری رہیں۔ 1951ء میں پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خان راولپنڈی میں قتل ہوئے تو ہماری زیر زمین تنظیم نے سرینگر میں ہڑتال اور مظاہرے کرائے جس کی پاداش میں ہمارے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور مجھے جنوری 1952ء میں بھاگ کر براستہ جموں پاکستان آنا پڑا۔ مئی 1952ء میں میں نے ایڈورڈز کالج پشاور میں داخلہ لیا اور میری کوششوں اور تگ و دو کے نتیجے میں پشاور میں گلگت سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم ہوئی جو گلگت بلتستان کی پہلی طلباء تنظیم تھی۔ مجھے ذاتی وجوہات کی بناء پر اسی سال کے اواخر میں کراچی منتقل ہونا پڑا۔

جہاں میں نے دو سال کی محنت مزدوری کے بعد پھر سے سیاسی سرگرمیاں اور تعلیم شروع کی۔ یہی نہیں بلکہ دو سال بعد میں نے اپنے دو تعلیمی ادارے بھی قائم کئے۔ ان اداروں نے بعد میں گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے خود کفیل طلباء کی بڑی مدد کی۔ 1962ء میں میں نے اپنا ماہنامہ وائس آف کشمیر جاری کیا۔ کشمیر سے پاکستان آنے کے بعد دس سال کے دوران میں اس بات کا خلوص دل سے اور پوری طرح قائل ہو گیا تھا کہ پوری ریاست کے علاوہ بھارت اور پاکستان کا مفاد بھی اسی بات میں ہے کہ پوری ریاست جموں کشمیر (جیسی وہ 14 اگست 1947ء کو تھی) کو ایک ایسی آزاد و خود مختار مملکت بنادیا جائے جس کے بھارت اور پاکستان دونوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہوں اور دونوں اس بات کی ضمانت دیں کہ وہ ریاست کی آزادی کا پورا احترام کریں گے اور اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ ریاست اندرونی طور پر پانچ نیم خود مختار صوبوں (وادی کشمیر، جموں، لداخ، موجودہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان) پر مشتمل ایک فیڈریشن ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے ماہنامے کو بھی اس نظریے کے پرچار کے لئے استعمال کیا۔ 1963ء میں میں نے اس کا ایک شمارہ صرف گلگت بلتستان کے سیاسی، آئینی اور اقتصادی معاملات سے متعلق شائع کیا جس میں میں نے یہاں کے طرز حکومت اور غیر مقامی حکام پر بڑی تنقید کی تھی۔ جس کی پاداش میں مجھے ان حکام کی طرف سے دھمکیاں بھی ملیں۔ مئی 1963ء میں میری اور کچھ کشمیری وکلاء، صحافیوں اور سیاسی کارکنوں کی کوششوں کے نتیجے میں نظریہ خود مختار کشمیر کی داعی پہلی تنظیم کشمیر انڈپینڈنس کمیٹی قائم ہوئی۔ لیکن یہ تنظیم بوجہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ ادھر ہماری کوششوں سے اپریل 1965ء میں جموں کشمیر محاذ رائے شماری قائم ہوا۔ یہ تنظیم بھی تابع قبولیت ریاستی عوام نظریہء خود مختاری کی حامی تھی اور میں اس کا پہلا سیکرٹری جنرل منتخب ہوا۔ چند ماہ بعد محاذ رائے شماری کے نوجوان گروپ نے مسلح جدوجہد آزادی کا داعی زیر زمین جموں کشمیر نیشنل لبریشن فرنٹ قائم کیا۔ مجھے اس کے سیاسی اور سفارتی شعبے کا سربراہ بنایا گیا۔

ستمبر 1970ء میں آزاد کشمیر میں صدارت اور اسمبلی کا انتخاب ہونے لگا تو ہماری تنظیم نے مطالبہ کیا کہ انتخابات گلگت بلتستان میں بھی کئے جائیں اور اس سلسلہ میں ہفتہ گلگت بلتستان منایا اور پاکستان اور آزاد کشمیر کے بڑے شہروں میں جلسے کرنے کے بعد محاذ رائے شماری کے صدر عبدالخالق انصاری، مقبول بٹ شہید اور مجھ پر مشتمل ایک وفد گلگت آیا تا کہ یہاں کے عوام کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا مطالبہ دہرائیں لیکن ہمیں اسی رات کے اندھیرے میں ہوٹل سے گرفتار کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ایک جیپ میں ڈال کر گلگت بلتستان بدر کیا گیا (لیکن ساتھ ہی ہمارے اور کے۔ ایچ۔ خورشید مرحوم کی تنظیم جموں کشمیر لبریشن لیگ کے دباؤ کے نتیجے میں حکومت پاکستان نے ان تنظیموں کا منہ بند کرنے کے مقصد سے گلگت بلتستان کے لئے ایک بے اختیار مشاورتی کونسل کے قیام اور اسکے لئے انتخابات کا اعلان کیا۔ یہ مشاورتی کونسل گذشتہ 39 سال کے دوران ریگتے ریگتے اب ایک بے اختیار قانون ساز اسمبلی کی شکل اختیار کر گئی ہے)۔ نومبر 1970ء میں ہم نے ایک بار پھر گلگت کا رخ کیا ہمیں وہاں جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو ہم نے جیپ پر لاؤڈ سپیکر لگا کر موبائل تقریریں شروع کیں اور 'سونی وطن گلگت' کے انتہائی جذبات انگیز قومی نغے کے ساتھ تقریروں کے ذریعے عوام کے قومی جذبات کو ابھارتے ہوئے گلگت شہر کے تین چکر لگائے جس کے بعد مجھے گرفتار کر کے گلگت جیل اور میرے ساتھیوں کو واپس راولپنڈی بھیج دیا گیا۔ میں نے گلگت جیل میں پندرہ ماہ (اواخر نومبر 1970ء تا اواخر فروری 1972ء) کی قید کاٹی۔ دوسرے عوامل کے علاوہ ہماری ان سرگرمیوں کے نتیجے میں پکنے والا لاوا جنوری 1971ء کے واقعات پر منبج ہوا جو بعد میں ان علاقوں کی سیاسی اور اقتصادی بہتری کا موجب بنے۔

میں 1976ء میں برطانیہ چلا گیا جہاں ہم نے جموں کشمیر محاذ رائے شماری کا نام اور آئین تبدیل کر کے جموں کشمیر لبریشن فرنٹ رکھا۔ ہم مسئلہ کشمیر کو اس کے اصل تناظر میں عالمی سطح

پرا جاگر کرتے رہے جس کے نتیجے میں بھارت میرے خون کا پیاسا ہو گیا اور اس نے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈال کر پہلے مجھے وہاں گرفتار کروایا اور جب سوا سال کی قید کے بعد عدالت نے مجھے بری کر دیا تو برطانیہ کے لئے خطرہ گردان کر مجھے برطانیہ بدر کر دیا۔ اس کے علاوہ بھارت نے 1990ء میں مجھے امریکہ بدر اور 1993ء میں ڈھائی ماہ قید رکھوانے کے بعد بیلجیم بدر کر دیا۔ 1988ء میں ہماری تنظیم نے بھارتی مقبوضہ کشمیر میں مسلح جدوجہد آزادی شروع کی۔ میں 1990ء میں کراچی سے راولپنڈی منتقل ہو گیا۔ فروری 2006ء میں گلگت بلتستان کے حقوق سے متعلق ایک مسئلے کے سلسلے میں میرے سمیت میری پارٹی کے 20 افراد نے 25 دن کی قید کاٹی۔

یہ تھا مختصر ترین الفاظ میں میرا خاندانی اور ذاتی (سیاسی) پس منظر، تفصیلات دو جلدوں پر مشتمل میری خودنوشت سوانح حیات "جہد مسلسل" میں پڑھی جاسکتی ہے۔

سوال: آپ کا تعلق گلگت بلتستان سے ہے، آپ اپنے علاقے کو چھوڑ کر کشمیری سیاست سے کیوں نکلی ہو گئے؟

جواب: جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے خاندانی اور ذاتی حالات نے مجھے بچپن میں ہی وادی کشمیر پہنچا دیا۔ جہاں بارہ سال قیام کے دوران مجھے سیاسی ماحول میسر آیا اور میں تحریک آزادی کشمیر سے منسلک ہو گیا۔ اسکے باوجود میں اپنی جائے پیدائش کے بارے میں اپنے فرائض کو نہیں بھولا۔

سوال: اپنی جنم بھومی (گلگت بلتستان) کے عوامی حقوق کے لئے آپ نے کیا کیا؟

جواب: اسکا سرسری ذکر بھی ہو چکا ہے۔

سوال: کیا آپ گلگت بلتستان کو آج بھی ریاست جموں کشمیر کا حصہ سمجھتے اور آئندہ بھی اس کا حصہ دیکھنا چاہتے ہیں؟

جواب: اس حقیقت سے کوئی اندھا ہی انکار کر سکتا ہے کہ گلگت بلتستان کے علاقے ریاست جموں کشمیر کا حصہ تھے اور ہیں جس کا ثبوت ان علاقوں کی صد سالہ تاریخ اور اسکے بعد مسئلہ کشمیر سے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں میں ہے جنہیں پاکستان کی ہر حکومت نے تسلیم کیا، یہی نہیں بلکہ پاکستان کے کسی آئین میں بھی گلگت بلتستان کو پاکستان کا حصہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ ہم ریاست جموں کشمیر کے کسی بھی حصے بشمول گلگت بلتستان پر بھارت کے دعویٰ ملکیت کو بالکل بے بنیاد، لغو اور نوآبادیاتی طرز فکر کا حامل سمجھتے ہیں۔

ہم مستقبل میں گلگت بلتستان کو آزاد، خود مختار مملکت جموں کشمیر کے پانچ بااختیار صوبوں میں سے ایک دیکھنا چاہتے ہیں اور یہی ان علاقوں اور ان کے عوام کے بہترین مفاد میں ہے میں گلگت بلتستان کے ایک باشعور اور محب وطن فرزند کی حیثیت سے بھی اس نظریے کا حامی بلکہ داعی ہوں۔

سوال: کیا ریاست جموں کشمیر واقعی ایک خود مختار مملکت بن سکتی ہے؟

جواب: میں ٹھوس تاریخی حقائق، عالمی اور علاقائی سطح کے زمینی حقائق اور دیگر اہم وجوہات کی بنیاد پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسئلہ کشمیر کا حتمی حل بالآخر ریاست کی مکمل خود مختاری کی شکل میں ہی نکلیگا البتہ ایسا کب ہوگا اور خود مختار کشمیر کی آخری جغرافیائی شکل کیا ہوگی۔ اسکے بارے میں فی الحال کوئی پیشگوئی نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا آپ اپنے کچھ ایسے کارناموں کا تذکرہ کرنا پسند کریں گے جن پر آپ فخر کرتے ہوں؟

جواب: اگرچہ میں ابھی تک اپنے اصل مقصد (پوری ریاست جموں کشمیر کی مکمل خود مختاری)

کے حصول میں کامیاب نہیں ہوا ہوں لیکن اس جدوجہد کے دوران مجھ سے کچھ ایسے کام ہوئے جن پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔ اس میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) میری سرکردگی میں ہماری تنظیم جموں کشمیر لبریشن فرنٹ نے جولائی 1988ء میں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں مسلح جدوجہد آزادی کا آغاز کیا۔ ہم اس میدان میں ڈیڑھ سال تک اکیلے تھے جس کے بعد دوسری تنظیمیں وجود میں آئیں اور سب نے اس جدوجہد میں اپنا کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجے میں نیم مردہ مسئلہ کشمیر اور آخری ہچکیاں لیتی ہوئی تحریک آزادی کو نئی زندگی مل گئی۔ یہی نہیں ہماری اس مسلح جدوجہد کے دوران کشمیری نوجوانوں نے بہادری کے ایسے کارنامے انجام دئے جن کے نتیجے میں کشمیریوں کے ماتھے پر سے بزدلی کا فرضی لیکن انتہائی بدنماداغ ہمیشہ کے لئے دھل گیا۔ ہماری یہ دونوں کامیابیاں ایسی ہیں جن پر کوئی بھی تنظیم فخر کر سکتی ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا لبریشن فرنٹ اس مسلح جدوجہد آزادی کا ہراول دستہ تھا۔ اگر ہم اس وقت یہ مسلح جدوجہد شروع نہ کرتے تو کوئی بھی دوسری تنظیم نہیں کر سکتی تھی۔

(2) ہمیں فخر ہے کہ میری سرکردگی میں ہماری تنظیم نے مسئلہ کشمیر کو اس کے اصل تناظر میں ملکی اور عالمی سطح پر اس کے اصل تناظر میں پیش کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ میں نے مسئلہ کشمیر کے مختلف پہلوؤں پر اب تک اردو اور انگریزی میں تین کتابیں، تقریباً پچاس کتابچے اور سینکڑوں مضامین لکھے ہیں اور سینکڑوں تقاریر اور پریس کانفرنسیں اسکے علاوہ ہیں۔

(3) ہمیں اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہم (لبریشن فرنٹ) نے بھارت کی سفید جھوٹ پر مبنی کشمیر پالیسی کا علاقائی اور عالمی سطح پر جتنا پردہ چاک کیا اتنا حکومت پاکستان اربوں کھربوں روپے خرچ کر کے بھی نہ کر سکی نہ ہی کوئی اور تنظیم ایسا کر سکی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(1) 10 اکتوبر 1980ء کو میری طرف سے ٹھوس بریفنگ کے بعد میرے چار

آزاد کشمیری ساتھی نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی (جس سے اس دن بھارت کے وزیر

خارجہ خطاب کرنے والے تھے) ہال کی وزیر گیلری کے چار کونوں میں جا بیٹھے۔ چاروں کے پاس مسئلہ کے بارے میں بھارت کی وعدہ خلافیوں کی تفصیلات پر مشتمل ہمارے لیفلٹ کے بنڈل بھی تھے۔ جونہی بھارتی وزیر خارجہ تقریر کرنے اُٹھے، وزیرس گیلری سے لبریشن فرنٹ کا ایک ممبر کھڑا ہو کر نعرے لگانے لگا، 'بھارتیو کشمیر سے نکل جاؤ'، 'بھارتیو کشمیریوں اور دنیا سے کئے ہوئے اپنے وعدے پورے کرو'۔ ساتھ ہی اس نے لیفلٹس کا بنڈل نیچے ہال میں پھینک دیا جو وہاں جا کر سارے ہال میں بکھر گیا۔ نوجوان کو سیورٹی والے لے گئے تو گیلری کے دوسرے کونے سے دوسرا نوجوان کھڑا ہو کر نعرے بازی کرنے لگا اور یہ سلسلہ پندرہ سے بیس منٹ تک جاری رہا۔ اس دوران ہال میں موجود 155 ممالک کے وزرائے خارجہ، سنیر سفارتکار اور عالمی میڈیا کے سینکڑوں نمائندے کشمیریوں کے اصل جذبات دیکھتے اور سنتے رہے۔ اور میں بھی ہال کی پریس گیلری میں بیٹھ کر خوش ہوتا رہا۔ ایسے کارنامے پر کون فخر نہیں کر سکتا۔

(ب) دوبارہ وزیراعظم بننے کے بعد اندرا گاندھی جب انڈین فیسٹول کا افتتاح کرنے لندن آئیں تو رائل البرٹ ہال کے سامنے لبریشن فرنٹ کے ممبروں کے علاوہ دوسرے کشمیریوں اور سکھوں نے اتنا بڑا اور پر جوش مظاہرہ کیا کہ اندرا گاندھی کو عقبی دروازے سے ہال میں لے جایا گیا۔ بی بی سی ٹی وی نے ہمارا مظاہرہ لیڈسٹوری کی طور پر دیا۔

(ج) 11 فروری 1992ء کو جب میری قیادت میں تقریباً بیس ہزار افراد کشمیر میں جنگ بندی لائن توڑنے مظفر آباد سے چکوتھی کی طرف روانہ ہوئے تو بھارت میں گویا زلزلہ آ گیا۔ بھارت جو اس وقت تک پاکستان پر تنقید کرتا تھا کہ وہ مسئلہ کشمیر کا تذکرہ عالمی سطح پر کر کے معاہدہ شملہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اب خود اسکا سیکرٹری خارجہ امریکہ سمیت اہم ممالک کے سفیروں کے گھروں پر رات کے بارہ بجے دستک دے رہا تھا اور عرض کر رہا تھا کہ وہ پاکستان پر دباؤ ڈال کر امان اللہ اور اسکے ہمراہیوں کو جنگ بندی لائن تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوا دیں چنانچہ جب ہم

12 فروری کی دوپہر کو 50 کلومیٹر مسافت طے کر کے چکوٹھی پہنچے تو آگے پاکستان آرمی نے راستہ روکا، اور اسکی فائرنگ کے نتیجے میں ہمارے سات افراد شہید اور پچاس سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ خود میں فائرنگ کی زد میں آتے آتے رہ گیا۔ مجھ پر چلائی گئی گولی میرے ایک ساتھی کو لگ گئی اور وہ شہید ہو گیا۔ اگر پاکستان کی حکومت ہمیں نہ روکتی تو ہزاروں افراد پر مشتمل یہ لشکر جان کی بازی لگانے پر تلا ہوا تھا چنانچہ آج کشمیر کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ مجھے اس ناکامی کے باوجود اپنی اس کوشش پر بھی فخر ہے۔

(4) مجھے اس بات پر بھی فخر ہے کہ میں نے گلگت بلتستان کے آئینی، سیاسی اور دیگر حقوق کیلئے سیاسی، عملی اور قلمی جدوجہد کرنے کے علاوہ پندرہ ماہ (نومبر 1970ء سے فروری 1972ء تک) کی جیل کاٹی ہے جو یہاں کے کسی مقامی شخص کی طرف سے علاقے کے عوام کے حقوق کی جدوجہد کے سلسلے میں کاٹی گئی سب سے طویل قید ہے۔

(5) مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میری ڈھائی سالہ جدوجہد مسلسل اور آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی سیاسی قیادت کی طرف سے اعلیٰ حب الوطنی اور وسعت قلبی کے مظاہرے کے نتیجے میں آزاد کشمیر و گلگت بلتستان کی سولہ سیاسی پارٹیوں جن میں مسلم کانفرنس کے دونوں دھڑے، پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، جمعیت العلمائے اسلام، لبریشن فرنٹ، لبریشن لیگ، گلگت بلتستان نیشنل الائنس وغیرہ شامل ہیں کے سربراہوں پر مشتمل آل پارٹیز کشمیر کمیٹی برائے حق خود ارادیت قائم ہوئی جس کا ایک نکاتی ایجنڈا ریاستی عوام کے مسلمہ حق خود ارادیت کو عملی جامہ پہنانا ہے مجھے اس کمیٹی کنونیئر مقرر کیا گیا ہے۔ ہم نے 14 اکتوبر 2008ء کو ریاستی اور عالمی سطح پر یعنی آزاد کشمیر اور پاکستان کے اہم شہروں کے علاوہ برسلز، لندن اور نیویارک میں اجتماعات، مظاہروں اور لٹرچر کے ذریعے کشمیریوں کا یوم حق خود ارادیت منایا۔ گلگت بلتستان کے عوام کو بھی اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی اہم ترین سیاسی قیادت کی

بھاری اکثریت نے گلگت بلتستان کے ایک بیٹے کو اس کے نظریات سے اختلاف ہونے کے باوجود اس کے سیاسی اور ذاتی کردار کی پختگی اور اس کے خلوص پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے اسے اس انتہائی اہم کمیٹی کا کنوینر منتخب کیا ہے۔

سوال: کیا آپ کے پی این کے قارئین سے کوئی اور بات کرنا مناسب سمجھینگے؟

جواب: میں یہاں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مملکت پاکستان کی خیر خواہی ہماری پالیسی کا ایک اہم جز ہے البتہ ہم پاکستان کی حکومتوں کو ان کی کشمیر پالیسی کے ترازو سے تولتے ہیں جس میں گلگت بلتستان سے متعلق ان کی پالیسی بھی شامل ہے۔ ہم نے اچھے کاموں کے لئے حکومت پاکستان کی تعریف کرنے میں کبھی بخیلی نہیں کی چنانچہ آج پینتیس سال بعد بھی ہم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کی گلگت بلتستان سے متعلق دور رس نتائج کی حامل اصلاحات کے لئے انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ البتہ پاکستان کی اکثر حکومتوں نے اپنے غلط اقدامات کے ذریعہ مسئلہ کشمیر کا ہی نہیں خود پاکستان کا بھی حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ ایسے حکومتی اقدامات پر تنقید کرنا ہمارا حق ہی نہیں، فرض بھی ہے۔ (ختم شد)

گلگت بلتستان کے لئے طرز حکومت کے بارے میں امان اللہ خان کا موقف

24-06-2009

پریس ریلیز

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے سرپرست اعلیٰ امان اللہ خان نے پُر زور مطالبہ کیا ہے کہ حکومت پاکستان گلگت بلتستان کے لئے مجوزہ آئینی، سیاسی اور اقتصادی اصلاحات کو ان علاقوں پر اچانک مسلط کرنے کی بجائے پہلے ذرائع ابلاغ کے ذریعے انہیں مشتہر کرے تاکہ عوام اور سیاسی پارٹیاں اسکا بخوبی جائزہ لیں اور اسکے ساتھ ہی مقامی قانون ساز اسمبلی بھی اس پر تفصیلی بحث کے ذریعہ اس میں ترمیمیں تجویز کرے، اسی طرح مقامی سیاسی پارٹیاں بھی اس میں ترمیمیں کریں۔

لبریشن فرنٹ کے سرپرست اعلیٰ نے کہا جہاں تک ان کی پارٹی کا تعلق ہے وہ گلگت بلتستان کے عوام کے حقوق کے بارے میں ایک واضح موقف رکھتی ہے۔ انہوں نے اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ گلگت بلتستان کا طرز حکومت ایسا ہو کہ وہاں کے عوام کو ان کے جملہ آئینی، سیاسی، انتظامی اور اقتصادی حقوق مل جائیں اور مسئلہ کشمیر خاص کر ریاستی عوام کے حق خود ارادیت پر بھی اسکا کوئی منفی اثر نہ پڑے۔ اس کی بہترین عملی صورت تو یہ ہوتی کہ بھارتی تسلط سے آزاد ریاست جموں کشمیر کے ان دو حصوں کا آئینی، سیاسی اور انتظامی طور پر باہمی ادغام ہوتا لیکن بوجہ ایسا ہونا فی الوقت ناممکن ہے۔ اس لئے دوسری ترجیحی صورت یہ ہے کہ گلگت بلتستان میں بھی آزاد کشمیر طرز کی حکومت ہو۔ ان علاقوں پر وزارت شمالی علاقہ جات کی

عملی حکمرانی کا مکمل خاتمہ ہو۔ وزیر امور کشمیر کی شمالی علاقوں کے چیئرمین کی حیثیت بھی ختم ہو اور گلگت بلتستان کے متعلق تمام معاملات بجز دفاع، امور خارجہ، کرنسی وغیرہ مقامی حکومت اور اسمبلی کو منتقل ہوں۔ کشمیر کونسل میں آزاد کشمیر اور پاکستان کی طرح گلگت بلتستان کے بھی چھ نمائندے ہوں۔ کشمیر کونسل کا ایک چیئرمین (وزیر اعظم پاکستان) اور دو وائس چیئرمین (ایک ایک آزاد کشمیر و گلگت بلتستان سے) ہوں۔ گلگت بلتستان کے لئے پاکستان کے چیف سیکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کے عملی اختیارات وہی ہوں جو آزاد کشمیر میں ان دو عہدیداروں کے ہیں۔ گلگت بلتستان سے فرقہ واریت اور علاقائیت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لئے انتہائی موثر اقدامات کئے جائیں۔ علاقے کی اقتصادی ترقی اور اسے خود کفیل بنانے کے لئے طویل المیعاد اور قلیل مدت کے لئے منصوبے بنائے جائیں اور ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔

امان اللہ خان نے متنبہ کہا کہ اگر حکومت پاکستان نے گلگت بلتستان کے عوام پر کوئی ایسا نظام حکومت جبراً مسلط کیا جو وہاں کے ذی شعور لوگوں کی اکثریت کے لئے ناقابل قبول ہوں، جس کے نتیجے میں مقبوضہ کشمیر پر بھارت کے جبری تسلط کو جواز فراہم ہو، یا جس میں ان علاقوں سے متعلق اہم ترین اختیارات وزیر امور کشمیر یا وزارت امور کشمیر کی افسر شاہی کے ہاتھ میں ہوں تو اس کے خلاف ان علاقوں سے ہی نہیں، آزاد کشمیر، پاکستان یہاں تک کہ مقبوضہ کشمیر سے بھی بھرپور آواز اُٹھگی جسکے نتیجے میں پاکستان عالمی سطح پر بدنام ہی نہیں ہوگا بلکہ مسئلہ کشمیر پر اس کی پوزیشن اور بھی کمزور ہو جائیگی۔

راجہ مظہر اقبال ایڈووکیٹ
ترجمان جموں کشمیر لبریشن فرنٹ

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے نظریات کے کچھ اہم ستون

(1) مسئلہ کشمیر کا بہترین منصفانہ، جمہوری، آبرومندانہ اور پُر امن حل یہ ہے کہ منقسم ریاست جموں کشمیر کو دوبارہ متحد کر کے اسے ایک ایسی آزاد و خود مختار مملکت بنایا جائے جس کا طرز حکومت جمہوری، (5 نیم خود مختار صوبوں، وادی کشمیر، جموں، لداخ، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پر مشتمل) وفاقی اور غیر فرقہ وارانہ ہو اور جسکے تمام ہمسایہ ممالک خاص کر بھارت اور پاکستان سے دوستانہ تعلقات ہوں۔ بھارت اور پاکستان ضمانت دیں کہ وہ خود مختار کشمیر کی سرحدوں کا احترام کریں گے اور اسکے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیں گے اور خود مختار جموں کشمیر اس بات کی ضمانت دیگا کہ وہ اپنی سرزمین اور فضائی حدود کو اپنے کسی ہمسائے کے خلاف استعمال ہونے نہیں دیگا۔ خود مختاری کے پندرہ سال بعد وہاں اقوام متحدہ یا کسی اور عالمی ادارے کے زیر اہتمام ریفرنڈم ہو جس میں عوام سے پوچھا جائے کہ آیا وہ خود مختاری کو ہی مستقل شکل دینا چاہتے ہیں یا مسئلے کا کوئی اور حل نکالنا چاہتے اور مسئلہ کشمیر کے جملہ فریق اس عوامی فیصلے کو مسئلہ کشمیر کا حتمی حل تسلیم کر کے اسے عملی جامہ پہنائیں۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے ہمارا رڈ میپ)۔

(2) 84471 مربع میل رقبے پر پھیلی ہوئی ریاست جموں کشمیر (جیسی کہ وہ 14 اگست 1947ء کو تھی) ایک ناقابل تقسیم سیاسی وحدت ہے۔

(3) ریاست جموں کشمیر یا اس کا کوئی حصہ نہ تو بھارت کا اٹوٹ انگ ہے نہ پاکستان کی شہ رگ۔

(4) مذہب ہماری روح ہے، کشمیریت (ریاست جموں کشمیر کا باشندہ ہونا) ہماری پہچان اور پوری ریاست کی مکمل خود مختاری ہماری منزل۔

(5) ہم مسئلہ کشمیر کا کوئی بھی ایسا حل قبول نہیں کریں گے جس کی بنیاد پوری ریاست کے عوام کے پیدائشی، عالمی سطح پر تسلیم شدہ، موعود اور غیر محدود حق خود ارادیت پر نہ ہو۔

سنو اے ساکنانِ بزمِ کشمیر
ندا یہ آرہی ہے آسماں سے
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر
غلامی کی حیاتِ جاوداں سے
(جوش سے معذرت کے ساتھ)

شائع کردہ: جموں کشمیر لبریشن فرنٹ (JKLF)

C.I.O. : B-144, Chandni Chowk, Murree Road, Rawalpindi (Pakistan)

Tel : +92-51-4425689 , Telefax : +92-51-4450414

Email: amanullahkhan1931@gmail.com , website: www.jklfworld.org

PDF Published by : Team JKLF

@adeelmalik345 • adeelmalik345 • Facebook/TeamJKLF •

Facebook/Adeelmalik345 • Youtube/TeamJKLF • teamjklf345@gmail.com